Article

Imagery in Kishwer Naheed's poetry

کشور ناہید کے کلام میں تمثال نگاری

Dr. Saima Iqbal *[1]
Assistant Professor, Deptt of Urdu, Govt College University Faisalabad.
Sadia Baqir *[2]
M.Phil scholar ,Department of Urdu , Government College University Faisalabad.

1ڈاکٹر صائمہ اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
2سعدیہ باقر
ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Correspondance: saimaiqbal@gcuf.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 22-10-2023
Accepted:21-12-2023
Online:29-12-2023

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: In the poetic qualities of Urdu poetry, simile and metaphor, like other qualities, has its own specific style and trend in the tradition of imagery. Where the poet used other virtues to express his thoughts and observations, images or similes were also made a part of the poetic style. From the inspired scriptures to the high poetry of every language, it contains a great wealth of metaphors. Some poets have presented different patterns in images with characteristics. While on the whole, every poet, big or small, has some part of the tradition of talking through images. In this article presented the Imagery in the poetry of " Kishwer Naheed.

KEYWORDS: Urdu poetry, simile and metaphor, imagery, Types of Imagery, Division of Imagery, Imagery in religious books, Imagery in Kishwer Naheed's poetry

اردو شاعری کی شعری خوبیوں میں تشبیہ اور استعارہ دوسرے محاسن کی طرح تماثل کاری کی روایت کا اپنا ایک مخصوص اسلوب اور رجحان ہے۔ شاعر نے اپنے خیالات اور مشاہدات کے اظہار کے لیے جہاں دوسرے محاسن کو برتا وہاں امیجز یا تمثال کاری کو بھی شعری اسلوب کا حصہ بنایا گیا۔ الہامی صحائف سے لے کر ہر زبان کی اعلیٰ شاعری اپنے اندر تمثالوں کا ایک بہت بڑا خزانہ رکھتی ہے۔ بعض شاعروں نے تو خصوصیات کے ساتھ امیجز میں نادرہ کاری کے نمونے پیش کیے ہیں۔ جبکہ مجموعی طور پر ہر چھوٹے بڑے شاعر کے ہاں امیجز کے ذریعے بات کرنے کی روایت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔

امیج یا امیجری کی اصطلاحیں مغرب سے اردو تنقید میں آئیں۔ مغربی تنقید میں یہ اصطلاحیں اپنے مفہوم کے اعتبار سے نئی نہیں ہیں۔ لفظ امیج فرانسیسی لفظ Imagair سے آیا ہے۔ ایک مفہوم کے مطابق بت تراشی کے نمونے امیج کہلائے۔ مناظر قدرت کی تصویر کشی کے لیے بالعموم Image کا لفظ استعمال ہوا حتیٰ کے فنکار یا اشعار کے ذہنی اور حسی پیکر بھی Image کہلائے۔ بعد ازاں اصطلاح کا اطلاق ادبیات پر ہوا۔

بیسویں صدی میں یہ اصطلاحیں مغربی تنقید کا باقاعدہ حصہ بنیں۔ بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں ” امیجری“ نے مغرب میں ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ اس تحریک کے بانیوں میں ہیوم، فلنٹ، لوول اور ایزرا پاؤنڈ کا نام فہرست ہے۔

۱۹۱۲ء میں ایزرا پاؤنڈ کی کتاب Resposts کو امیج ازم تحریک کے سنگ اولین کی حیثیت حاصل ہے۔

ہیوم اور ایزرا پاؤنڈ نے تماثل سازی کے حسی پہلوؤں کو پیش نظر رکھا۔

اردو تنقید میں امیج کو وصف، محاکات، تصویر آفرینی، حسی تلازموں اور پیکر تراشی جیسے نام دیے گئے مولوی عبدالرحمان کے نزدیک امیج وصف ہے۔

> ”جو شعر منہ سے نکلتا ہے۔ عالم کلام میں باغ جنت کا پھول بن جاتا ہے۔ یعنی
> اصوات کی ہو بہو تصویر بن جاتی ہیں۔“(1)

Image کے لیے اردو میں وضع کردہ نام انگریزی لفظ امیج کے جزوی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات میں امیج کے لیے تمثال اور امیجری کے لیے تمثال آفرینی جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ جو اس مفہوم کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں جو لفظ امیج اور امیجری میں پوشیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ اردو تنقید میں امیج اور امیجری کو مغربی ادب میں استعمال ہونے والے مفہوم سمیت اپنا نا گیا، جو اپنے الگ انداز اور مطالب کے ساتھ مغربی تنقید کا حصہ بنی ہے۔

"تمثال ترجمہ ہے انگریزی اصطلاح امیج کا اور امیج سے مراد کسی شے کی وہ تصویر ہے جو شاعر کے مہیا کیے ہوئے الفاظ کے ذریعے ہماری چشم تصور کے سامنے آتی ہے۔"(2)

انسانی زندگی کا بنیادی طور پر انحصار حواس خمسہ پر ہوتا ہے۔اس لیے حیاتِ انسانی کے پیش نظر ناقدین ادب نے اپنے مزاج اور ماحول کے مطابق تمثال نگاری کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

اے ایف اسکاٹ لکھتے ہیں :

"A distinguishable part of a poem is imagery,not only,is the poet maker of verbal music,he is also a maker of picture in words.He does not have present the symbol of thing he describes and makes us see and hear the thing itself(3)"

شاعرانہ تمثال نگاری یا امیجری پر قابل قدر کام جس انگریز نقاد نے کیا ہے وہ سی۔ڈی لیوس ہیں۔ سی۔ڈی لیوس شاعرانہ تمثال poetic image کے اظہار یا پیش کش کے لیے تشبیہ، استعارے کے استعمال کی تائید کرتے ہیں۔

شاعری میں تمثال کاری کی عمدہ وسیلے استعارے ہوتے ہیں یا پھر تشبیہات انہی کے ذریعے شعرا کے ہاں تمثال کا عملی اظہار ہوتا ہے گویا تشبیہیں اور استعارے رنگوں کی طرح ہوتے ہیں جن کی مدد سے شعراء اپنی تخیلی تصویروں میں رنگ بھرتے ہیں۔ لیکن امیج تشبیہ اور استعارے کے مقابلے میں وسیع المعانی اصطلاح ہے امیج کی اصطلاح تشبیہ اور استعارہ کو اپنے اپنے دائرہ کار میں اس طرح شامل کر لیتی ہے کہ ہر تشبیہ و استعارہ امیج کہلائے جانے کے قابل بن جاتا ہے ویسے بھی شاعرانہ تمثالیں یا تصویریں تشبیہ اور استعارہ ہی کے وسیلے سے وجود میں آتی ہیں۔

زاہد منیر عامر لکھتے ہیں :

"تمثال معنی کو اجلا پیرہن پہنانے کا نام ہے۔' پیرہن بکھرتا ہے۔ توحسیات رنگوں کی صورت بیان کے آسمان پر پھیل جاتی ہے۔، جس سے مطلب کی قوس قزح جنم لیتی ہے۔اور جہان معنی جگمگا اٹھتا ہے۔"(4)

رابن اسکیسٹن نے اپنی کتاب The poetic pattern میں تمثالوں کی تقسیم میں حسی ادراک کو بطور ایک محرک پیش نظر رکھتے ہوئے تمثالوں کی تقسیم کو ایک فہرست میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

مفرد تمثال، تجرید تمثال، بلاواسطہ تمثال، منتشر تمثال، مجرد تمثال، مخلوط تمثال، مرکب تمثال، مخلوط مجرد تمثال، مرکب مجرد تمثال، مجرد مخلوط اور مجرد مرکب تمثال۔

امیجری یا تمثال کے اقسام

اولی تمثالیں (Analogical Images)،ثانوی تمثالیں، ثالثی تمثالیں

یہ تمثالیں عام طور پر انسان کے اجتماعی لاشعور سے پیدا ہو کر تمام نوع انسانی کے مشترک ثقافتی سرمایہ قرار پاتی ہیں۔ الفاظ کے یہ مختلف پیکر اپنے یہ مختلف انداز ایک ہی شاعر کے ہاں مفرد یا مرکب دونوں صورتوں میں موجود ہو سکتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ایک ہی نظم میں تمثالوں کی یہ تینوں صورتیں بھی موجود ہو سکتی ہیں۔

قرآن کریم کے اسلوب میں وجد اور آہنگ جیسی خصوصیات نمایاں ہیں۔ انہی خصوصیات کے پیش نظر اہل عرب قرآن کریم کے اسلوب کو شاعری قرار دیا۔ قرآن کریم میں آیتوں کی ترتیب میں ایک خاص قسم کی موزونیت، جملوں کا ارتباط اور استدلال بیانکے لیے پیش کی جانے والی تشبیہات اور قرآن پاک کی فصاحت و بلاغت قرآن پاک کو ایک معجزہ ثابت کرتی ہے احمد حسن زیات عجاز قرآن کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> "قرآن میں تشبیہ و تمثال کی باریکیوں، مجمل و مفصل کی بلاغت، دلکش طرز بیان، قوی استدلال چند ایسے امتیازات ہیں جو انسانی طاقت سے ماوراء ہیں اور مقابلہ کے لیے سامنے آنے والے کو کوز گاہ اور بہرہ بنا کر رکھ دیتے ہیں۔"
> (5)

قرآن پاک کی تشبیہات،، استعاروں، تمثیلوں اور رقص میں ایسی با معنی تمثیلیں موجود ہیں جو نہ صرف فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کا معجزاتی اسلوب تمثال قاری کو ایک شعری محرک کے طور پر سامنے لاتا ہے۔ قرآنی سورتوں میں موجود تمثالوں کی موجودگی سے قرآن پاک کے طرز بیان میں تمثالوں کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جس کی نشاندہی یہاں چند ایک سورتوں کی آیتوں میں موجود تمثالوں سے کی جاتی ہے۔ قیامت کے روز آسمان اور پہاڑوں کی بدلی ہوئی صورت حال کے لیے پیش کی جانے والی تمثال نہ صرف دل دہلانے والے منظر کو سامنے لاتی ہے بلکہ اس دن گناہ گاروں کو جو سزائیں بھگتنی پڑے گی اس کی بھی وضاحت کرتی ہے۔

> ترجمہ: جس دن آسمان ایسے ہو گا جیسے گلی چاندی اور پہاڑ ایسے ہلکے ہوں گے جیسے اون۔"(6)

بائبل یعنی کتاب مقدس عہد نامہ عتیق نامہ جدید پر مشتمل ہے۔ عہد نامہ عتیق میں تورات کی ابتدائی پانچ کتابوں، پیدائش، خروج، احبار، اتشنا، گنتی کے علاوہ دیگر انبیاء کے صحائف شامل ہیں۔ عہد نامہ جدید میں اناجیل اربعہ کا بیشتر حصہ تمثیلوں پر مشتمل ہے۔ عہد نامہ عتیق میں شامل کتب میں ایوب، زبور، امثال، واعظ اور غزل الغزلات کے اسلوب میں زبردست شعریت اور شاعرانہ زبان استعمال کی گئی ہے۔ مذکورہ کتب کے بارے میں مسیحی علماء کے ہاں ایک خیال یہ بھی پایا جاتا ہے کہ یہ کتابیں منظوم صورت میں اپنی اصل زبان یعنی عبرانی میں موجود ہیں اس لیے ان کے تراجم میں شعریت اور غذائیت کا احساس غالب ہے۔

زبور مزامیر کی کتاب بائبل مقدس میں گیتوں اور دعاؤں مناجات کی کتاب ہے یہ زبور ایک طویل عرصہ کے دوران مختلف مصنفین اور شعراء نے لکھے اور تالیف کے لیے بنی اسرائیل نے ان گیتوں اور دعاؤں مناجات کو اکٹھا مرتب کیا وہ انھیں عبادتوں میں استعمال کرتے تھے آخر انھیں نوشتوں میں شامل کر لیا گیا۔

"زبور" سے لی گئی پر معنی تمثال سے زبور کی شعری زبان کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے

" یروشلم اگر میں تمہیں بھولوں

تو میرا داہنا ہاتھ اپنا ہنر بھول جائے

اگر میں تجھے یاد نہ رکھوں

اگر میں یروشلم کو

اپنی بڑی سے بڑی خوشی پر ترجیح نہ دوں

تو میری زبان میرے تالو سے چپک جائے"(7)

بائبل میں مذکورہ شعری اسلوب میں تشبیہات اور استعارات کے نادر نمونے بھی شامل ہیں۔ ان کی علاوہ عربی، فارسی اور ہندی شاعری میں تمثال کاری کے خوبصورت نمونے ملتے ہیں۔

کشور ناہید کی شاعری میں تمثال کاری

تعارف

کشور ناہید پاکستان کی ایک نامور شاعرہ ہیں۔ ادبی حلقوں میں ایک ان کا ایک الگ مقام ہے۔ وہ ایک اچھی شاعرہ اور منفرد مصنفہ ہیں۔ حساسیت ان کے شاعری میں نمایاں ہے۔ ملکی حالات پر ان کی غائر نظر ہے۔ وہ کالم نگار بھی ہیں اور کافی سالوں سے روزنامہ جنگ میں کالم لکھ کر اپنا نام منوا چکی ہیں۔ کشور ناہید پاکستان نیشنل کونسل آف آرٹس کے ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر کام کرتی رہی ہیں۔ اس کے علاوہ کئی سال تک ادبی جریدے " ماہ نو" کی ادارت کے فرائض بی بخوبی نبھاتی رہی ہیں اور وہ ان دنوں اسلام آباد میں رہائش پذیر ہیں۔

ادبی خدمات

کشور ناہید کا پہلا شعری کلام 'لب گویا' ۱۹۶۸ء میں منظر عام پر آیا اور اسے بہت سراہا گیا۔

ادبی اعزازات

۱ آدم جی ایوارڈ (لب گویا) ۱۹۶۹

۲ یونیسکو ادب برائے اطفال ایوارڈ (دیس دیس کی کہانیاں)

۳ کولمبیا یونیورسٹی (بہترین مترجم)

۴ منڈیلا ایوارڈ ۱۹۹۷ء میں

۵ ستارہ امتیاز ۲۰۰۰ء میں

تصانیف

کشور ناہید کے کلام کا دوسری زبانوں میں بہترین ترجمہ ہو چکا ہے۔ ان تراجم میں انگریزی اور ہسپانوی زبانوں کے ترجم شامل ہیں۔ آپ بھی مترجم ہیں اور بہت سی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کر چکی ہیں۔ اس کے ساتھ بچوں کے لیے بھی لکھتی رہی ہیں۔

جدید اردو شاعری میں کشور ناہید کا نام نسائی شاعری کا ایک اہم حوالہ ہے۔ وہ احساس کی نزاکتوں اور نسائی جذبوں کی شاعرہ ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام میں ذاتی, عصری اور اجتماعی زندگی کے مختلف رخ رومانوی اسلوب اور نسائی حیثیت میں پیش کیے ہیں۔ ان کی شاعری میں ہمیں تمثال نگاری کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔

آنکھوں کے آئینوں کا تو پانی اتر گیا
اب جسم چوب خشک ہے یہ سانحہ بھی دیکھ (8)

کشور ناہید نے اس شعر میں بہت اچھی تمثال کاری کی ہے۔ پانی اتر گیا یعنی رو رو کے آنکھوں کا پانی ختم ہو چکا ہے اور جسم جو ہے وہ سوکھی لکڑی کی مانند ہو گیا ہے۔

کشور ناہید اس شعر میں کسی واقعہ کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ اس شعر میں بصری تمثال کاری کی گئی ہے۔ آنکھوں کا آئینہ، جسم اور چوب خشک یعنی سوکھی لکڑی بصری تمثالیں ہیں۔ کشور ناہید نے ٹھوس اشیاء کی تقسیم سے متحرک مجرد تمثالیں لکھتے اپنی فنی مہارت سے اپنے جداگانہ طرز نگارش کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ کشور ناہید نے اپنے کلام میں ایسے نسائی مسائل و جذبات اور احساسات کا بھرپور اظہار کیا ہے جنھیں بیان کرنا اخلاقی طور پر مناسب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ وہ ایک ایسی خود اعتماد اور باوقار خاتون ہیں جو معاشرتی حالات و مسائل کو پوری حقیقت سے بیان کرتی ہیں۔ وہ جبر کا شکار نہیں ہوتی ہیں نہ ہی وہ عورت کے ساتھ ہونے والی معاشرتی ناانصافیوں پر پردہ ڈالتی ہیں۔ وہ نسوانی مسائل کو کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر تلخ و ترش سچے الفاظ میں بیان کر دیتی ہیں۔ ان کی شاعری میں عورت کی ذات، اس کے احساسات اور اس کی آواز گونجتی ہے۔ ان کی نظم لب گویا کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

آنکھوں میں سوئی خواہشیں جاگیں تو جسم بھی
ساکت سمندروں پہ کھلا بادباں لگا (9)

اس شعر میں کشور ناہید بصری سطح پر بھرپور عکاسی کر رہی ہیں۔ یہاں آنکھوں میں سوئی خواہشیں، کھلا بادباں، ساکت سمندر جیسے لفظوں میں کھو کر تصویریں تخلیق کرتی ہیں اور پھر ان کی تراشی ہوئی تمثالیں فکر و معنی کے نئے زاویے ابھارتی ہیں۔

کشور ناہید اپنے کلام میں ہر نظارے اور ہر کیفیت کو جذبوں و احساسات کی زبان دے کر داخلی جذبات و احساسات میں جذب کے پیش کرتی ہیں اور پھر متحرک اور غیر متحرک شعری پیکر وجود پاتے ہیں۔

حرف کی زنجیر میں بھی اب کھنک باقی نہیں
یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے(10)

شعر کے پہلے مصرے میں حرف کی زنجیر اور کھنک تمثالیں ہیں۔کشور ناہید کہتی ہیں کہ اب تو لفظوں میں بھی جان باقی نہیں رہی یعنی حرف کی جو زنجیریں ہیں اب تو ان کی بھی آواز نہیں آتی۔ اب تو سب مشکلات کو سہنے کے لیے تیار مجھے کوئی پریشانی نہیں۔

اصل میں اس شعر میں نسوانیت کا حوالہ دیا گیا ہے کہ ایک عورت کن مشکلات سے گزرتی ہے۔عورت چونکہ فطرتاً نازک اور کمزور دل ہے۔ لیکن کشور ناہید کے نزدیک عورت ایک مضبوط کردار ہے۔وہ کہتی ہیں کہ عورت موجودہ دور میں ہماری سوسائٹی کا ایک جیتا جاگتا کردار ہے۔لکڑی، کاغذ یا پتھر کا ٹکڑا نہیں ہے۔

کشور ناہید کی "لب گویا" کی غزلوں میں عورت کی وہ تصویر نظر آتی ہے جو روایتی عشق کا حاصل ہے، جیسے حسنِ بازار کی زینت بنا دیا گیا ہے۔

غم کے تھپیڑے لے گئے ناگن سے لمبے بال
راتوں میں جنگلوں کا وہ سایہ کہاں سے آئے (11)

کشور ناہید نے اس شعر میں غم کے تھپیڑے کے منظر کو مجسم کیا ہے۔ غم کے تھپیڑے، لمبے بال کی کیفیات کو شاعرہ نے متحرک تصویری صورت بخشی ہے۔راتوں میں جنگلوں کا سایہ جیسے مناظر قدرت کی تصویر پیش کرتے ہیں۔کشور کے ہاں ذہنی عمل میں لفظ خود بخود تصویری سانچوں میں ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔ان کی شعری تمثالیں حیات کو متحرک کرنے کے ساتھ ساتھ خیال کی سطح پر موثر ذہنی عمل کی عکاسی بھی کرتی ہیں اس شعر میں شاعرہ کہتی ہیں کہ غموں کے اتنے پہاڑ برس پڑے ہیں جیسے کسی ناگن کے لمبے بال نے سایہ کیا ہوا ہو۔

آصف فرخی کو دیئے گئے انٹرویو میں کشور ناہید نے اپنی شاعری کے بارے میں بتایا جن جذبات کو میں خود محسوس کر سکتی ہوں ان کا اظہار کرتے ہوئے جب میں لکھوں گی تو اس میں عورت کے جذبات کا اظہار ہو گا۔عورت کی ذات سے مراد اس کو مختلف خانوں میں بانٹنا نہیں ہے بلکہ یہ اپنی انفرادیت رکھتی ہے۔ جس کی زبان سے آپ نے گیت لکھے۔ جس کی زبان سے آپ نے پورا شعری و نثری ادب تخلیق کیا۔جب وہ اپنی زبان سے کچھ کہہ کر ادب تخلیق کرتی ہے تو آپ سنیں تو سہی کہ وہ جب راشد الخیری کی ہیروئن نہیں بنتی۔وہ جب ایسی صورتحال میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟ کیا بات کرتی ہے؟ کیسے اپنے اوپر گزرے واقعات کو بیان کرتی ہے---؟ یہ Provoking Attitude نہیں تھا. یہ سنسنی

خیز رویہ نہیں تھا اس میں Sensational انداز نہیں تھا یہ Experience اور Pathos کا رویہ تھا کہ مجھے زنجیروں میں بٹھا کر آپ اسے میری تقدیر کہیں، میرے ساتھ جو مضافت ہو رہی تھی اس غلامی کو تقدیس ٹھہرانا، عورت کے سر نہ اٹھانے کو پاکیزگی کہنا، وہ ساری باتیں فیادل ضابطہ اخلاق کی جن لوگوں کو Suit کریں ان کو میری عصمت پروری کا نام کر دے جو میرے ساتھ دھوکہ ہو رہا ہے، اس کے بارے میں بیان کرنے کے لیے میرے پاس شاعری تھی اور میں نے شاعری کی۔(12)

چھپا کے رکھ دیا پھر آگہی کے شیشے کو
اس آئینے میں تو چہرے بگڑتے جاتے تھے
وہ لوگ کیا ہوئے جو اونگتی ہوئی شب میں
درِ فراق کی زنجیر سی ہلاتے تھے(13)

ان اشعار میں کشور ناہید نے آگہی کے شیشے، بگڑتے چہرے، اونگھتی شب، درِ فراق جیسی تمثالیں استعمال کی ہیں۔ آئینے میں چہروں کا بگڑنا ایک عمدہ مثال ہے۔

کشور ناہید کے ہاتھ تمثال سازی کا ایک صحت مند رجحان موجود ہے۔ کشور کی شعری تمثالیں حواس کی آمیزش سے ابھرتی ہیں اور دیرپا تاثر کی حامل ہوتی ہیں۔

کشور ناہید نے نثر اور نظم دونوں میدانوں میں طبع آزمائی کر کے شہرت حاصل کی۔ عورت پر روا رکھے جانے والے سماجی جبر پر احتجاج ان کا عمومی رویہ ہے۔ وہ اپنی شاعری میں عورت پر ہونے والے ظلم و ستم کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں۔ ان کے ہاں ترقی پسندانہ رجحانات بھی ہیں لیکن جدیدیت کا رجحان غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے جدید شعراء کے ضمن میں رکھا گیا ہے۔ ان کی نظموں سے تمثال کاری کے چند نمونے ملاحظہ کیجیے:

ہر اک سر اٹھاتی تمنا کی آنکھوں میں
بے رحمیوں کی سلاخیں چبھوتی رہی ہوں
تو اس خاک سے خوشبوئیں پھوٹ اٹھیں
معانی کے صحرا سے چشمے ہو جاری(14)
(قصہ سوتے جاگتے کا)

سر اُٹھاتی تمنا کی آنکھوں میں بے رحمیوں کی سلاخیں چبھونا ایک متحرک مثال ہے۔ جس میں مجرد شے کو ٹھوس چیزوں کے خواص دے کر مجسم کر دیا گیا ہے۔ خاک سے خوشبوئیں پھوٹ اٹھنا حسِ شامہ کو متحرک کرنے والی تمثال ہے۔ ان تمثالوں کا ذریعہ تشبیہ ہے۔ معانی کے صحرا سے چشمے جاری ہونا حرکی تمثال ہے۔ کشور ناہید کی ان تمثالوں میں خارجی اشیاء کی مدد سے داخلی احساسات کی عکاسی کی گئی ہے۔

برہنہ شاخیں بھی سرکشیدہ
نژدِ امید کے فسوں میں
خزاں کے عفریت کو کچل کر
دبے قدم آگے بڑھ رہی تھی
دراز مدت سے، بند در سے
گراں ہوائیں نکل رہی تھیں (15)
(طلوع)

برہنہ شاخوں کا نژدِ امید کے فسوں میں خزاں کے عفریت کو کچل کر دبے قدم آگے بڑھنا تجرید کی تجسیم کرتی ہوئی مرکب تمثال ہے جس میں متعدد ہوا اس کی کارگری ہے۔ بند در سے گراں ہواوں کا نکلنا حرکی تمثال ہے۔ ہوا کو گراں کر گویا اس کی تجسیم کر دی گئی ہے۔ مظاہر فطرت کی مدد سے ان تمثالوں کی تخلیق کی گئی ہے۔

کشور ناہید ایک اعلیٰ ذہنی سطح پر زندگی کے مسائلوں، بوالعجبیوں اور مشکلات کا تصور رکھتی ہیں۔ وہ موجودہ مشینی اور زبردست مادی معاشرے میں انسانی اخلاق و اقدار کی بے حرمتی کو شدت سے محسوس کرتی ہیں۔ ان کی اپنے زمانے اور مسائل سے آگہی میں اتنا درد، گہرائی اور وسعت پیدا ہوتی ہے کہ وہ جنسیت کو بھول کر وسیع تناظر میں انسان کے دکھ درد سے آشنا ہوتی ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس ہے کہ انسانی زندگی میں نیک و بد کی قوتیں حقیقت کو سمجھنے میں گہرائی پیدا کرتی ہیں۔ یہ تضادات انھیں انسان اور کائنات میں بھی نظر آتے ہیں اور مرد و زن کے رشتوں میں بھی محبت اور نفرت یا وصال و جدائی میں اس کو دیکھا جا سکتا ہے۔

قناعت کے تابوت میں شوق کے ہر ہیولے کی تدفین ہم نے ہی کی۔
زندگی کا کنول پتیاں پتیاں ہو کے
پانی پہ تازہ ہے اب تک (16)
(ان اللہ مع الصابرین)

قناعت کے تابوت میں شوق کے ہیولے کی تدفین بصری تمثال ہے۔ زندگی کے کنول کا پتیاں پتیاں ہو کے بھی تازہ ہونا، آنکھوں کو ایک مکمل تصویر دینے والی تمثال ہے جس کے پس منظر میں شاعرہ کے احساسات اجاگر ہو رہے ہیں۔ کشور ناہید کی تمثال کاری میں مجموعی طور پر تشبیہ کی کارفرمائی زیادہ نظر آتی ہے۔

بہت زیادہ بیداری یا استعارہ کی ترکیب سے تخلیق کردہ تمثالیں ان کے کلام میں کم ملتی ہیں۔ ان کے کلیات میں شامل مجموعہ ہائے کلام گلیاں، دھوپ، دروازے اور ملامتوں کے درمیان میں کہیں کہیں ایسی تمثالیں موجود ہیں جن میں ابہام کا رنگ غالب ہے۔ آزاد تلازمہ خیال کی پیروی میں تخلیق کی گئی تمثالیں کبھی کبھی مبہم صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ ایسی

صورت میں تمثالیں عمومی تجربے سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے شکستہ تمثالوں کی صورت اختیار کر گئی ہیں۔ اس حوالے سے مثالیں ملاحظہ کیجیے:

میں قطرہ قطرہ نیچے اترتی تھی
اور آتش دان میں جلتی
لکڑیوں کے بیچ مسکرا رہی تھی
میری ہڈیاں بھی میرے اندر بولتی تھیں (17)
(سمندر ایک آنسو ہے)

کشور ناہید جن امور میں معاصر شاعرات سے جداگانہ نظر آتی ہیں وہ ان کا کثیر المطالعہ ہونا۔۔۔۔۔ بین الاقوامی ادب بالخصوص شاعری کا مطالعہ چنانچہ یورپین شعراء کی نظموں کے تراجم کے ذریعے سے وہ اردو قارئین کو بھی بین الاقوامی شاعری کے ذائقہ سے روشناس کرا رہی ہیں جو بذات خود بڑی بات ہے اس لیے بھی غالباً کسی ناقد نے کشور ناہید کی شاعری کے اس پہلو کی طرف توجہ نہ دی جبکہ یہ تراجم اس لیے بھی قابل توجہ ہیں کہ کشور کی سوچ کے بالواسطہ پر مظہر قرار پاتے ہیں۔ الہامی صحائف سے لیکر ہر زبان کے اعلی شاعری اپنے اندر تمثالوں امیجز کا ایک بڑا خزانہ رکھتی ہے۔

فنی سطح پر تمثال کاری کا رجحان الہامی کتابوں، صحائف اور دنیا کے اعلیٰ ترین شعر و ادب کا حصہ رہا ہے جس سے تمثال کاری کی اہمیت کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ مغرب میں اس رجحان کو ادبی تحریک بنا کر پیش کیا جبکہ مشرق میں تخلیق کیے جانے والا شعر و ادب بھی اس معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ اردو شعر و ادب میں نظم میں بالعموم تمثال کاری کی عمدہ مثالیں موجود ہیں لیکن کلاسیکی غزل اور بالخصوص جدید ترین غزل میں تمثال کاری نے باقاعدہ ایک رجحان کی صورت اختیار کر رکھی ہے اردو شاعری کی شعری خوبیوں میں تشبیہ اور استعارہ دوسرے محاسن کی طرح تمثال کاری کی روایت کا اپنا ایک مخصوص اسلوب اور رجحان ہے۔ شاعر نے اپنے خیالات اور مشاہدات کے اظہار کے لیے جہاں دوسرے محاسن کو برتا وہاں امیجز یا تمثال کاری کو بھی شعری اسلوب کا حصہ بنایا۔ کشور ناہید نے اپنے کلام میں خصوصیات کے ساتھ تمثال کاری میں نادرہ کاری کے نمونے پیش کیے ہیں۔ مجموعی طور پر ان کے ہاں تمثال کاری بہت خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہے۔

حوالہ جات

1۔ عبدالرحمن، مراۃ الشعرا، لکھنؤ: اتر پردیش اکیڈمی، ۱۹۷۸ء، ص ۱۴۴

2۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی، (مرتب) کشاف تنقیدی اصطلاحات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص ۴۸

3۔ Ascat. f ,۱۷ A concise Dictionary, London: oxford university press, p. p ۱۳۹

4۔ زاہد منیر عامر، واصف علی واصف کی نظم نگاری، مشمولہ بنیاد، لاہور: لاہور یونیورسٹی آف مینیجمنٹ سائنسز، پاکستان، جلد

چہارم، ۲۰۱۳ء ص ۲۵۱

5۔ احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی مترجم (نعیم صدیقی)، لاہور: مکتبہ دانیال، س ن، ص ۲۳۱

6۔ المعارج: ۹

7 ۔ زبور: ۵۔۴ ۱۳۷

8 ۔ کشور ناہید، لب گویا، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۱ء، ص ۱۹

9 ۔ ایضاً، ص ۲۱

10۔ ایضاً، ص ۲۷

11۔ ایضاً، ص ۳۲

12 ۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، پاکستانی سہاگ رات، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۱۶۷

13۔ کشور ناہید، لب گویا، ص ۹۴

14۔ کشور ناہید، فتنہ سامانی دل، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء، ص ۲۰۹

15 ۔ ایضاً، ص ۲۰۹

16۔ ایضاً، ص ۲۰۲

17 ۔ ایضاً، ص ۷۵۳